Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

The Formation and Observance of International Treaties: A Research and Analytical Study in Light of the Seerah

عالمی معاہدات کی تشکیل اور پاسداری: سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Dr. Naveed Khan
Assistant Professor of Islamic Studies, Govt. Postgraduate College Haripur
Higher Education Department, KPK, Pakistan
Email: naveedkhan61980@gmail.com

Abstract

The formation of treaties between nations at the global level, the determination of their terms, and particularly their observance, remain fundamental challenges within the contemporary international order, where agreements are often built on purely interest-based foundations and consequently break down quickly. The research problem addressed in this study is: what principles and foundations for the formation and observance of treaties are present in the Seerah of the Prophet ﷺ that can provide a basis for a stable, just, and durable international system? The objectives of this study include analyzing the major treaties concluded during the Prophet's ﷺ Madinan period particularly the Charter/Constitution of Madinah, the Treaty of Hudaybiyyah, and the letters sent to non-Muslim rulers — in order to identify the underlying principles at work in them (justice, fulfillment of covenants, mutual respect, and minority rights). The research methodology is descriptive-analytical, drawing on works of Seerah, juristic sources (particularly the classical tradition of Kitab al-Siyar, i.e., Islamic international law), and a comparative reading against principles of modern international law. The anticipated findings will demonstrate that the Prophetic approach to treaty-making aligns with and in several respects goes beyond modern international treaty law, particularly regarding the principle of pacta sunt servanda (fulfillment of agreements). The scholarly contribution of this research lies in presenting the Seerah of the Prophet ﷺ not merely as a historical or religious subject, but as an applicable model within the contemporary field of international relations.

Keywords: International Treaties, Charter of Madinah, Pacta Sunt Servanda, Treaty of Hudaybiyyah, Contemporary International Order

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

تعارف

بین الاقوامی تعلقات کی تاریخ میں معاہدات ہمیشہ سے اقوام وریاستوں کے درمیان امن، تجارت، اور باہمی تعاون کو یقینی بنانے کا ایک بنیادی ذریعہ رہے ہیں۔ تاہم عصرِ حاضر میں بین الاقوامی معاہدات کی صورتِ حال یہ ہے کہ اکثر معاہدات خالص مفاداتی بنیادوں پر استوار کیے جاتے ہیں، اور جونہی فریقین میں سے کسی ایک کے مفادات تبدیل ہوتے ہیں، معاہدے کو یک طرفہ طور پر توڑ دیا جاتا ہے۔ اقوامِ متحدہ کا چارٹر، جنیوا کنونشنز، اور دیگر بین الاقوامی دستاویزات کے باوجود، عالمی سیاست میں معاہداتی خلاف ورزیوں کی مثالیں معمول بن چکی ہیں، جس سے بین الاقوامی نظام میں اعتماد کا شدید بحران پیدا ہوا ہے۔ ایسے میں یہ سوال نہایت اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ آیا تاریخِ انسانی میں کوئی ایسا نمونہ موجود ہے جو معاہدات کی تشکیل میں عدل وانصاف اور ان کی پاسداری میں غیر مشروط وفاداری کو یکجا کرتا ہو۔ سیرتِ طیبہ ﷺ اس ضمن میں ایک منفرد اور بے مثال نمونہ پیش کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی مدنی زندگی میں متعدد ایسے معاہدات کیے جو محض قبائلی یا مقامی نوعیت کے نہیں تھے بلکہ ان کی نوعیت بین الاقوامی تھی — جیسے میثاقِ مدینہ، جس نے متعدد مذاہب اور قبائل کو ایک ریاستی ڈھانچے میں جوڑا؛ صلحِ حدیبیہ، جو ایک باقاعدہ ریاستی معاہدہ تھا جس کی شرائط بظاہر یک طرفہ دکھائی دیتی تھیں مگر جس کی پاسداری میں نبی کریم ﷺ نے حیرت انگیز عملی نمونہ پیش کیا؛ اور مختلف حکمرانوں کے نام ارسال کردہ مکاتیب، جو سفارتی آداب اور بین الاقوامی مراسلت کی ابتدائی اسلامی مثالیں ہیں۔ یہ تحقیق اسی نکتے کی بنیاد پر آگے بڑھتی ہے کہ سیرتِ طیبہ ﷺ سے اخذ کردہ اصولوں کو محض تاریخی و مذہبی حیثیت سے دیکھنے کے بجائے، انہیں عصرِ حاضر کے بین الاقوامی معاہداتی نظام کے لیے ایک عملی اور قابلِ اطلاق ماڈل کے طور پر پیش کیا جائے، تاکہ موجودہ عالمی بحرانِ اعتماد کے حل میں ایک علمی واخلاقی رہنمائی فراہم ہو سکے۔

جہاں تک سابقہ تحقیقی مواد کا تعلق ہے، تو اس موضوع سے متعلق علمی لٹریچر کو دو بڑے دائروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک طرف روایتی کتبِ سیرت و مغازی (جیسے ابن ہشام، ابن کثیر، اور دیگر متقدمین) ہیں جنہوں نے واقعاتی وروایتی انداز میں معاہدات کا ذکر تو کیا، مگر ان کا تجزیاتی یا تقابلی مطالعہ جدید بین الاقوامی قانون کی اصطلاحات واصولوں کی روشنی میں نہیں کیا۔ دوسری طرف عصری اسلامی سکالرز اور بین الاقوامی تعلقات کے محققین کی وہ کاوشیں ہیں جنہوں نے اسلامی سیاسیات اور "کتاب السیر" (فقہ السیر) کی روایت پر عمومی نوعیت کا کام کیا ہے، مگر ان میں اکثر مطالعات یا تو خالصتاً فقہی نوعیت کے ہیں (جیسے جہاد واہلِ ذمہ کے احکام تک محدود) یا پھر سیاسیاتی نوعیت کے، جن میں سیرت کے تفصیلی واقعاتی تجزیے کی کمی پائی جاتی ہے۔ موجودہ تحقیق کا امتیاز یہ ہے کہ یہ محض ایک واقعے (جیسے صرف صلحِ حدیبیہ) یا محض فقہی احکام تک محدود رہنے کے بجائے، سیرتِ طیبہ ﷺ کے متعدد معاہداتی واقعات کو مربوط طور پر یکجا کر کے ان سے ایک جامع اصولی فریم ورک

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

اخذ کرتی ہے، اور پھر اسے جدید بین الاقوامی معاہداتی قانون کے مسلمہ اصولوں سے تقابل میں لا کر اس کی عصری معنویت اور عملی اطلاق کو واضح کرتی ہے—جو کہ سابقہ لٹریچر میں بڑی حد تک تشنہ نظر آنے والا پہلو ہے۔

جائزۂ ادب

موضوعِ ہذا پر موجود سابقہ تحقیقی جائزہ لیا جائے تو یہ تین درج ذیل حصوں میں تقسیم ہوتا ہوا نظر آتا ہے:

1. روایتی و کلاسیکی کتبِ سیرت و مغازی پر مشتمل ہے، جیسے ابن ہشام کی السیرۃ النبویہ، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ، اور ابن قیم کی زاد المعاد۔ ان مصادر میں میثاقِ مدینہ اور صلحِ حدیبیہ سمیت دیگر نبوی معاہدات کا تفصیلی واقعاتی و روایتی بیان تو موجود ہے، مگر ان کا مقصد تاریخی و روایتی دستاویز سازی تھا، نہ کہ جدید بین الاقوامی معاہداتی قانون کی اصطلاحات کی روشنی میں تجزیہ۔ چنانچہ یہ مصادر خام مواد (primary data) کی حیثیت رکھتے ہیں، تجزیاتی فریم ورک کی نہیں۔
2. عصری علمی مقالہ جات پر مشتمل ہے جنہوں نے میثاقِ مدینہ اور صلحِ حدیبیہ کو موضوعِ بحث بنایا۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر زاہرہ نثار کا تحقیقی مقالہ "قیامِ امن اور تنازعات کے حل میں نبیِ کریم ﷺ کی سیاسی فہم و فراست کا اختصاصی مطالعہ: میثاقِ مدینہ اور صلحِ حدیبیہ کے تناظر میں"، جو ایچ ای سی سے منظور شدہ مجلے "جہانِ تحقیق" میں شائع ہوا، میثاقِ مدینہ کو ریاستِ مدینہ کے پہلے تحریری دستور کے طور پر پیش کرتے ہوئے صلحِ حدیبیہ کو نزاعات کے پرامن حل اور نبی کریم ﷺ کی سیاسی بصیرت کے مظہر کے طور پر بیان کرتا ہے۔ اسی طرح منہاج بکس کی مطبوعہ تصنیف میثاقِ مدینہ کا آئینی تجزیہ میں میثاقِ مدینہ کو ایک "آئینی دستاویز" کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ مطالعات اگرچہ اہم بنیاد فراہم کرتے ہیں، تاہم ان کا فوکس واحد موضوع (صرف میثاقِ مدینہ، یا میثاقِ مدینہ، صلحِ حدیبیہ بطور امن و تنازعات کے کیس اسٹڈی) تک محدود ہے، اور ان میں معاہدات کی "پاسداری" کے پہلو، یعنی نبی کریم ﷺ نے شرائط کی خلاف ورزی کے باوجود یا یک طرفہ نامساعد شرائط کے تحت بھی معاہدے کی پابندی کیوں اور کیسے کی، پر تفصیلی اصولی گفتگو موجود نہیں۔
3. فقہی مصادر پر مشتمل ہے، جیسے امام سرخسی کی شرح السیر الکبیر اور ابن قیم کی أحکام أہل الذمہ، جو "کتاب السیر" کی روایت میں بین الاقوامی تعلقات کے فقہی احکام بیان کرتے ہیں۔ یہ مصادر اصولی و فقہی لحاظ سے مضبوط ہیں، مگر ان میں سیرت کے واقعاتی تجزیے اور جدید بین الاقوامی قانون سے براہِ راست تقابل کا فقدان ہے۔

مذکورہ بالا جائزے سے یہ خلا واضح ہوتا ہے کہ موجودہ لٹریچر میں یا تو سیرت کے واقعاتی و روایتی بیان پر اکتفا کیا گیا ہے، یا کسی ایک معاہدے تک محدود رہتے ہوئے اسے "امن و تنازعات کے حل" کے محدود زاویے سے دیکھا گیا ہے، یا خالص فقہی احکام تک محدود رہا گیا ہے اور تینوں زمروں میں سے کسی میں بھی نبوی معاہدات کی تشکیل کے اصولوں کو ان کی پاسداری کے اصولوں کے ساتھ ایک مربوط فریم ورک میں یکجا کر کے جدید بین الاقوامی معاہداتی قانون، بالخصوص اصولِ وفاء بالعہد (pacta sunt servanda)، سے منظم تقابل نہیں کیا گیا۔ زیرِ نظر تحقیق اسی خلا کو پُر کرنے کی کوشش کرتی ہے:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

یہ میثاقِ مدینہ، صلحِ حدیبیہ، اور نبوی مکاتیب کو ایک واحد تجزیاتی فریم ورک میں یکجا کرتے ہوئے، تشکیل اور پاسداری دونوں پہلوؤں کو بیک وقت زیرِ بحث لاتی ہے، اور اسے عصری بین الاقوامی معاہداتی قانون سے تقابل میں پیش کر کے سیرتِ طیبہ ﷺ کو ایک عملی اطلاقی ماڈل کے طور پر سامنے لاتی ہے۔

تحقیق کے بنیادی سوالات

اس تحقیق میں مندرجہ ذیل تین مرکزی سوالات کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

1. سیرتِ طیبہ ﷺ میں معاہدات کی تشکیل کے وقت کن بنیادی اصولوں اور اقدار کو مدِ نظر رکھا جاتا تھا؟
2. نبی کریم ﷺ نے معاہدات کی پاسداری کو کن عملی طریقوں سے یقینی بنایا؟
3. سیرتِ طیبہ ﷺ سے مستنبط معاہداتی اصولوں کا جدید بین الاقوامی معاہداتی قانون، بالخصوص اصولِ وفاء بالعہد سے کیا تقابلی و تجزیاتی تعلق قائم کیا جا سکتا ہے؟

سیرتِ طیبہ ﷺ میں معاہدات کی تشکیل کے بنیادی اصول و اقدار

نبی کریم ﷺ کے دورِ مدینہ میں طے پانے والے معاہدات کا تفصیلی جائزہ لینے سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ ان کی تشکیل کسی وقتی حکمتِ عملی یا خالصتاً مصلحتِ سیاسی کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ چند مستقل اور قابلِ تکرار اصولوں پر استوار تھی۔ ذیل میں انہیں میثاقِ مدینہ اور صلحِ حدیبیہ کی روشنی میں تجزیاتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

اصولِ عدل و مساوات

میثاقِ مدینہ کی متعدد شقوں میں یہ جملہ بار بار دہرایا گیا ہے کہ ہر قبیلہ اپنے قیدیوں کا فدیہ "بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ" (نیکی اور انصاف کے ساتھ) ادا کرے گا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق دستاویز کے آغاز میں ہی یہ طے کیا گیا کہ مہاجرینِ قریش اور انصار کے تمام قبائل بنو عوف، بنو ساعدہ، بنو حارث، بنو جشم، بنو نجار وغیرہ، سب اپنی سابقہ رسم کے مطابق اسی اصول پر عمل پیرا ہوں گے۔[1] یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ معاہدے میں کسی ایک فریق کو دوسرے پر فوقیت نہیں دی گئی بلکہ ہر گروہ کے لیے یکساں معیار مقرر کیا گیا۔ اسی طرح جنگی مہمات کے حوالے سے یہ اصول وضع کیا گیا کہ

"لَا يُسَالَمُ مُؤْمِنٌ دُونَ مُؤْمِنٍ فِي قِتَالٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا عَلَى سَوَاءٍ وَعَدْلٍ بَيْنَهُمْ"۔[2]

صلح میں بھی تمام فریقین کے مابین برابری اور عدل کی شرط لازم قرار دی گئی۔

[1] عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، تحقیق: مصطفی السقا، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شلبی، طبع دوم (قاہرہ: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و أولادہ، 1955ء) 1:501-502

[2] ابو محمد عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، 1:502-503

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

اصولِ وفاء بالعہد اور حسنِ نیت

معاہدے کی پاسداری کا اصول محض ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ نبوی معاہداتی طرزِ عمل کی بنیادی ساخت میں شامل تھا۔ صلحِ حدیبیہ کی تحریر میں یہ شرط خاص طور پر درج کی گئی:

"وَإِنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ"[3]

نہ خفیہ چوری ہوگی اور نہ بدعہدی۔

یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے معاہدے کی تشکیل ہی کے وقت اس میں غدر اور دھوکہ دہی کے امکان کو صراحتاً خارج کر دیا۔ اسی واقعے میں حضرت عمرؓ کے شدید تحفظات کے باوجود جب انہوں نے شرائط کو بظاہر مسلمانوں کے لیے ناموافق سمجھا۔ نبی کریم ﷺ نے طے شدہ اصول سے انحراف نہیں کیا اور فرمایا:

"أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، لَنْ أُخَالِفَ أَمْرَهُ"۔[4]

یہ واقعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ معاہدے کی تشکیل کے وقت وفاداری کا اصول جذباتی یا وقتی مصلحت پر غالب رکھا گیا۔

فقہی ادب میں امام سرخسی (م ۴۸۳ھ) نے اسی اصول کو "کتاب السیر" کی روایت میں مزید مستحکم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ معاہدین (غیر مسلم فریقین) کے اموال میں تصرف ان کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں:

"فَكَمَا لَا يَحِلُّ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بِطِيبِ أَنْفُسِهِمْ فَكَذَلِكَ لَا يَحِلُّ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِ الْمُعَاهِدِينَ.وَهَذَا لِأَنَّ فِي الْأَخْذِ بِغَيْرِ طِيبِ أَنْفُسِهِمْ مَعْنَى الْغَدْرِ وَتَرْكَ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ.وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «فِي الْعُهُودِ وَفَاءٌ لَا غَدْرَ فِيهِ"[5]

"جس طرح مسلمانوں کے اموال میں سے کوئی چیز ان کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں، اسی طرح معاہدین (یعنی جن سے معاہدہ کیا گیا ہو) کے اموال میں سے بھی کوئی چیز (ان کی رضامندی کے بغیر) حلال نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی رضامندی کے بغیر (ان کا مال) لینے میں بدعہدی اور وفائے عہد کو ترک کرنے کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: 'عہدوں میں وفا ہے، ان میں کوئی بدعہدی نہیں (ہونی چاہیے)۔"

[3] ابو محمد عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، 2:317۔

[4] ایضاً، 2:317۔

[5] محمد بن احمد بن ابی سہل، شمس الائمہ السرخسی، شرح السیر الکبیر (القاہرہ: الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات، ۱۹۷۱ء)، 1:133۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

سرخسی نے اس اصول کی عملی مثال بھی درج کی ہے، غزوۂ خیبر کے موقع پر جب یہود کے کچھ افراد نے شکایت کی کہ مسلمانوں نے ان کے کھیتوں سے معمولی سبزی یا لہسن لے لیا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فوری طور پر اعلان کروایا کہ معاہدین کے اموال میں سے کچھ بھی حق کے بغیر حلال نہیں۔ یہ مثال ظاہر کرتی ہے کہ وفاء بالعہد کا اصول محض بڑے سیاسی معاملات تک محدود نہ تھا بلکہ روزمرہ کی معمولی جزئیات تک اس کا اطلاق ہوتا تھا۔[6]

حقوقِ اقلیات اور مذہبی آزادی

میثاقِ مدینہ کی رو سے یہود کو ایک الگ مذہبی و سماجی حیثیت میں تسلیم کرتے ہوئے یہ طے کیا گیا:

وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ، وَلِلْمُسْلِمَيْنِ دِينُهُمْ، مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ، فَإِنَّهُ لَا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ، وَأَهْلَ بَيْتِهِ،[7]

"اور بے شک بنو عوف کے یہود مومنین کے ساتھ ایک امت (سیاسی و سماجی وحدت) ہیں، یہود کے لیے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین ہے، (یہ حکم) ان کے موالی (آزاد کردہ غلاموں) اور خود ان کی ذاتوں کو بھی شامل ہے—سوائے اس شخص کے جو ظلم کرے اور گناہ کا ارتکاب کرے، کیونکہ وہ (اپنے اس فعل سے) صرف اپنے آپ کو اور اپنے اہلِ خانہ کو ہلاکت میں ڈالے گا۔"

اس شق کے ذریعے یہ اصول قائم ہوا کہ سیاسی و دفاعی اتحاد میں شمولیت کسی فریق کے مذہبی عقائد میں مداخلت کا جواز فراہم نہیں کرتی۔ بنی عوف کے یہود کے لیے "أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ" کی اصطلاح استعمال کی گئی، یعنی وہ الگ مذہبی شناخت رکھتے ہوئے بھی ایک ہی سیاسی و دفاعی جسم (امت) کا حصہ شمار ہوئے، اسی طرح بنو النجار، بنو حارث، بنو ساعدہ اور دیگر انصاری قبائل سے وابستہ یہودی گروہوں کو بھی یکساں حقوق دیے گئے۔[8]

انفرادی ذمہ داری بمقابلہ اجتماعی سزا

میثاقِ مدینہ میں یہ اصول متعدد بار دہرایا گیا کہ ہر قبیلے یا گروہ کو انفرادی طور پر ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا، اجتماعی طور پر نہیں، چنانچہ

وَإِنّ لِبَنِي الشّطَيْبَةِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ وَإِنّ الْبِرّ دُونَ الْإِثْمِ[9]

کے ذریعے یہ واضح کیا گیا کہ بنو شطیبہ سمیت دیگر تمام یہودی قبائل کو بھی وہی حقوق و مراعات حاصل ہوں گی جو بنو عوف کے یہود کو دی گئیں، یعنی کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔ اسی کے ساتھ "وَإِنّ الْبِرّ دُونَ الْإِثْمِ" کا اصول یہ طے کرتا ہے کہ نیکی اور بھلائی سب کے لیے مشترک ہے، مگر گناہ و خطا کا وبال

[6] شمس الائمہ السرخسی، شرح السیر الکبیر، ص: 133۔
[7] ابو محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، 1:503۔
[8] ایضاً، 1:503۔
[9] ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد السہیلی، الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، (ط، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1421ھ)4:176

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

صرف اسی فرد پر پڑے گا جو اس کا مرتکب ہو، یعنی معاہدے کی مساوی شرائط تمام قبائل پر یکساں لاگو ہوں گی، لیکن کسی ایک فرد کے جرم کی پاداش پورے قبیلے یا گروہ سے نہیں لی جائے گی۔ گویا یہاں مساواتِ حقوق (equality of rights) اور انفرادیتِ سزا (individuality of liability) دونوں اصول ایک ہی مربوط منطق میں پیش کیے گئے ہیں۔

باہمی دفاع اور تنازعات کے حل کا طریقہ

میثاقِ مدینہ کی اس شق "وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ" کے ذریعے یہ اصول طے کیا گیا کہ دستاویز کے تمام فریقین مسلمان اور یہود دونوں ایک مشترکہ دفاعی وحدت تشکیل دیں گے، اور جو بھی گروہ اس معاہدے کے کسی فریق پر حملہ آور ہوگا، باقی تمام فریقین مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔[10] یہ گویا ایک اجتماعی سلامتی کے نظام (collective security) کی بنیاد تھی جو کسی ایک قبیلے یا مذہبی گروہ تک محدود نہ تھی بلکہ پوری مدینہ کی مشترکہ سیاسی وحدت پر استوار تھی۔ اسی معاہدے میں تنازعات کے حل کے لیے یہ بھی طے کیا گیا کہ کوئی بھی اختلاف براہِ راست جنگ کی بجائے ایک متعین مرکز (اللہ اور نبی کریم ﷺ کی ذات) کی طرف رجوع کر کے حل کیا جائے گا، جو باہمی دفاع کے اصول کو تنازعات کے پرامن حل کے طریقہ کار سے مربوط کرتا ہے۔ اختلافی امور کے حل کے لیے یہ اصول وضع کیا گیا:

"وَإِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ، فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ"

یعنی ایک متعین مرکزِ ثالثی (arbitration authority) کا تعین کیا گیا جس کی طرف تمام فریقین تنازعات کی صورت میں رجوع کریں گے۔[11]

مشاورت اور صلح کا اصول

ابنِ قیمؒ نے صلحِ حدیبیہ کے واقعے سے یہ اہم اصول اخذ کیا ہے کہ اسلامی ریاست کے حاکم کے لیے اپنی رعیت، اہلِ علم اور فوجی قیادت سے مشورہ کرنا مستحب اور حکمتِ عملی کا تقاضا ہے، کیونکہ باہمی مشاورت سے درست فیصلے تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے اور اجتماعی اعتماد بھی قائم رہتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر حالات کا تقاضا ہو اور مسلمانوں کے دینی، سیاسی یا اجتماعی مفاد کا تحفظ مطلوب ہو تو حاکم دشمن کے ساتھ صلح کی ابتدا خود بھی کر سکتا ہے۔ ابنِ قیمؒ کے نزدیک بعض اوقات صلح کی چند شرائط بظاہر مسلمانوں کے حق میں ناموافق محسوس ہوتی ہیں، لیکن اگر ان کے نتیجے میں بڑی مصلحت حاصل ہو، خونریزی رکے، دعوتِ اسلام کے لیے سازگار ماحول پیدا ہو

[10] عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر، ابن کثیر القرشی الدمشقی، البدایۃ والنہایۃ، (ط، القاہرہ: مطبعۃ السعادۃ، 1348-1358ھ)، 3:225۔

[11] ابن سید الناس، فتح الدین، عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، (بیروت: دار القلم)، 1:228۔

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

اور مستقبل میں مسلمانوں کو زیادہ فوائد حاصل ہونے کی توقع ہو، تو ایسی شرائط کو قبول کرنا شرعاً جائز بلکہ حکمت و بصیرت کا تقاضا ہے۔ یہ اصول اسلامی فقہ کے اس عظیم قاعدے کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ بڑے نقصان کو چھوٹے نقصان کے ذریعے دفع کرنا اور راجح مصلحت کو ترجیح دینا شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے۔[12]

معاہدات کی پاسداری کے عملی طریقے

معاہدات کی تشکیل کے اصولوں کے برعکس، ان کی پاسداری کا معاملہ کہیں زیادہ کڑا امتحان ہوتا ہے—کیونکہ حالات بدل جانے، فریقِ ثانی کی بدنیتی، یا وقتی نقصان کے خدشے کے وقت ہی معاہدے کی اصل قدر و قیمت آزمائی جاتی ہے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کے مطالعے سے کم از کم پانچ عملی طریقے سامنے آتے ہیں جن کے ذریعے نبی کریم ﷺ نے معاہدات کی پاسداری کو یقینی بنایا۔

شرائط پر لفظی و عملی سختی، چاہے بظاہر نقصان دہ ہو

صلحِ حدیبیہ کی دستاویز میں یہ شرط طے پائی تھی کہ اگر قریش کا کوئی فرد مسلمان ہو کر مدینہ آ جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا، جبکہ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر قریش کے پاس چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ ایک ایسی شرط جو بظاہر یک طرفہ اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ نظر آتی تھی، چنانچہ جب حضرت ابو جندلؓ زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے، تو آپ ﷺ نے معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے انہیں واپس قریش کے سپرد کر دیا، کیونکہ معاہدے میں یہی طے پایا تھا کہ

وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم شرط في صلح الحديبية لقريش أن من جاء منهم مسلمًا ردّه عليهم،[13]

(جو بھی ان میں سے مسلمان ہو کر آئے، اسے واپس کیا جائے گا)، یہ واقعہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معاہدے کی تعمیل کو ذاتی یا وقتی جذباتی رجحان پر مقدم رکھا۔

سفراء و قاصدین کی حرمت کا تحفظ

معاہداتی پاسداری کا ایک اور اہم پہلو سفارتی مامورین کے ساتھ برتاؤ تھا۔ جب مسیلمہ کذاب کے دو قاصد نبی کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے اور کھلم کھلا اس کی جھوٹی نبوت کی گواہی دی، تب بھی آپ ﷺ نے فرمایا:

[12] ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب، ابنِ قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، طبع سوم (الریاض: دار عطاءات العلم؛ بیروت: دار ابن حزم، 1440ھ/2019ء)، 3:357۔

[13] خلیل احمد السہارنپوری، بذل المجہود فی حل سنن ابی داود، طبع اول (الہند: مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیہ، 1427ھ/2006ء)، 9:331

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

"لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَقَتَلْتُكُمَا" [14]

اگر قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا

۔اسی طرح جب قریش نے حضرت ابورافعؓ کو سفیر بنا کر بھیجا اور وہ خود مسلمان ہو کر واپس نہ جانے پر آمادہ ہوئے، تو نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ کہہ کر واپس بھیج دیا:

"إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ، وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ" [15]

(میں عہد کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ہی قاصدوں کو روکتا ہوں)

۔یہ دونوں واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ سفارتی استثنا (diplomatic immunity) کا اصول نبوی معاہداتی طرزِ عمل میں پختہ طور پر جڑا ہوا تھا، چاہے قاصد کا پیغام کتنا ہی توہین آمیز کیوں نہ ہو۔

معاہدین کے اموال اور حقوق کا تحفظ

پاسداری صرف بڑے سیاسی و عسکری معاملات تک محدود نہ تھی بلکہ روزمرہ کی معمولی جزئیات تک اس کا اطلاق ہوتا تھا۔امام سرخسی روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر جب یہود کے کچھ افراد نے شکایت کی کہ مسلمانوں نے ان کے کھیتوں سے معمولی سبزی یا لہسن اٹھا لیا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فوری حکم دیا کہ معاہدین کے اموال میں سے کچھ بھی ان کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں، کیونکہ

"فِي الْأَخْذِ بِغَيْرِ طِيبِ أَنْفُسِهِمْ مَعْنَى الْغَدْرِ وَتَرْكَ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ"۔[16]

یہ اصول اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ معاہداتی وفاداری کا دائرہ محض سیاسی شرائط تک نہیں بلکہ فریقِ ثانی کے مالی و ذاتی حقوق تک بھی پھیلا ہوا تھا۔

معاہدہ ختم کرنے کا شفاف اور غیر یک طرفہ طریقہ

نبوی طرزِ عمل کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ معاہدہ ختم کرنے کی صورت میں بھی خفیہ یا اچانک بدعہدی کی بجائے پیشگی اور واضح اطلاع کا اصول اپنایا گیا۔

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[14] ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد، عزالدین ابن الاثیر الشیبانی الجزری، الکامل فی التاریخ، طبع اول (بیروت: دار الکتاب العربی، 1417ھ/1997ء)، 4:164۔

[15] ابوداود سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی، سنن ابی داود، طبع اول (بیروت: دار الرسالۃ العالمیہ، 1430ھ/2009ء)، حدیث نمبر 2785۔

[16] محمد بن احمد بن ابی سہل، شمس الائمہ السرخسی، شرح السیر الکبیر، 1:133۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

"مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ" [17]

(جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو، وہ نہ اس کی گرہ کو مضبوط کرے اور نہ کھولے، یہاں تک کہ اس کی مدت پوری ہو جائے، یا وہ برابری کی بنیاد پر انہیں (معاہدہ ختم کرنے کی) اطلاع دے دے)

۔اس حدیث کی اہمیت اس واقعے سے مزید نمایاں ہوتی ہے جس میں امیر معاویہؓ روم کے ساتھ معاہدے کی میعاد ختم ہونے سے پہلے ہی ان کی سرزمین کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے، تو ایک صحابی نے یہی حدیث سنا کر انہیں روکا اور کہا: "وَفَاءٌ لَا غَدْرَ" (وفا ہے، دھوکہ نہیں)، جس پر معاویہؓ واپس پلٹ گئے۔[18] یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام نے بھی اسی اصول کو بعد کے ادوار میں سیاسی و عسکری فیصلوں پر مقدم رکھا۔

حالات کی روشنی میں معاہدے کی روح کی پاسداری

بعض اوقات معاہدے کے لفظی نفاذ اور اس کی روح میں توازن پیدا کرنا بھی پاسداری ہی کی ایک شکل تھی۔ حدیبیہ معاہدے میں مردوں کی واپسی کی شرط طے تھی، مگر جب حضرت سبیعہ اسلمیہؓ مسلمان ہو کر مدینہ آئیں تو ان کے شوہر نے واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی آیت نازل فرمائی جس کی رو سے عورتوں کو معاہدے کی اس شق سے مستثنیٰ قرار دیا گیا، اور نبی کریم ﷺ نے شوہر کو مہر واپس کر کے معاملہ نمٹایا۔ ابنِ قیم اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حکم اللہ کے حکم کے موافق ہی تھا، کوئی منسوخی نہیں بلکہ ابتدا ہی سے معاہدے کی شرط صرف مردوں کے لیے تھی۔[19] یہ مثال بتاتی ہے کہ عملی حالات میں معاہدے کی صحیح تفہیم اور تطبیق بذاتِ خود پاسداری کا حصہ تھی، نہ کہ اس سے روگردانی۔

سیرتِ طیبہ ﷺ سے مستنبط معاہداتی اصولوں کا جدید بین الاقوامی معاہداتی قانون سے تقابلی و تجزیاتی تعلق

سیرتِ طیبہ ﷺ کے معاہداتی طرزِ عمل اور جدید بین الاقوامی قانون کے مابین تقابل کرنے سے پہلے یہ واضح رہے کہ دونوں کا مصدر (source) مختلف ہے: ایک کا سرچشمہ وحی و نبوت ہے، دوسرے کا ریاستوں کی باہمی رضامندی اور رسمی معاہداتی اداروں کا نظام۔ تاہم دونوں نظاموں میں معاہدے کی پاسداری کے عملی اصول حیرت انگیز حد تک ہم آہنگ ہیں، جیسا کہ ذیل میں کلاسیکی مصادر کی روشنی میں دکھایا جائے گا۔

[17] ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، السنن الکبریٰ، طبع سوم (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1424ھ/2003ء)، حدیث نمبر 18847۔

[18] محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، ابو عیسیٰ، سنن الترمذی، طبع دوم (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، 1395ھ/1975ء)، حدیث نمبر 1580۔

[19] ابنِ قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، 5:128۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research
Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

اصولِ وفاء بالعہد کی قرآنی و فقہی اساس

قرآن کریم نے عہد کی پاسداری کو بار بار تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے۔امام ابو بکر رازی الجصاص (م ۳۷۰ھ) اپنی تفسیر "احکام القرآن" میں سورۃ النحل کی آیت

"وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا" [20]

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ حکم عہد کی مطلق پاسداری پر دلالت کرتا ہے، خواہ عہد کسی بھی فریق سے کیا گیا ہو۔ نبی کریم ﷺ سے دو روایات منقول ہیں جو بظاہر ایک دوسرے سے متصادم لگتی ہیں، وہ دو حدیثیں یہ ہیں:

"لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ" [21]
(اسلام میں [نئے] حلف کی گنجائش نہیں)

"وَمَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً" [22]
(جو حلف زمانۂ جاہلیت میں تھا، اسلام نے اسے مزید مضبوط ہی کیا)

جصاص ان دونوں کو ملا کر ایک واضح ضابطہ اخذ کرتے ہیں۔ جصاص لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب متفرق و منتشر (نَشَرًا) تھے، ان پر کوئی مرکزی سلطان نہ تھا جو مظلوم کو انصاف دلائے، اس لیے وہ باہمی حفاظت (حمایت و دفع) کے لیے حلف کیا کرتے تھے۔ ابتدائے اسلام میں بھی، جب مسلمانوں کے دشمن (مشرکین، یہودِ مدینہ، منافقین) کثیر تھے، اسی نوعیت کے حلف کی ضرورت باقی رہی۔ مگر جب اللہ نے اسلام کو غالب کیا اور مسلمان ایک دوسرے کے لیے "ید واحدہ" (ایک ہاتھ) بن گئے، یعنی اخوتِ اسلامی اور تناصر کا وہ نظام قائم ہو گیا جس کی بنیاد آیتِ "وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ" پر ہے—تو اس قسم کے حلف کی ضرورت ہی ختم ہو گئی۔ چنانچہ "لا حلف في الاسلام" کا مطلب یہ ہے کہ اب اس نوعیت کے نئے حلف کی حاجت باقی نہیں، کیونکہ رابطۂ ایمان نے اس کی جگہ لے لی۔ دوسری حدیث ("ماکان من حلف فی الجاہلیۃ...") کی وجہ:

جصاص کے نزدیک یہ حدیث ایک مختلف نوعیت کے حلف کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وہ حلف جو مظلوم کی مدد اور انصاف کے قیام کے لیے ہو، جسے عقل بھی درست سمجھتی ہے اور شریعت آنے سے پہلے بھی واجب کے درجے میں تھا۔ اس کی مثال کے طور پر جصاص "حِلفُ الفُضول" کا حوالہ دیتے ہیں—وہ معاہدہ جو قریش کے قبائل ہاشم، زہرہ اور تیم نے دارِ ابن جدعان میں کیا تھا کہ وہ مظلوم کا ساتھ دیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے نبوت سے پہلے اس حلف میں شرکت کی تھی، اور بعد میں

[20] سورۃ النحل، 91:16
[21] صہیب عبد الجبار، الجامع الصحیح للسنن والمسانید (کتاب إلكتروني غير مطبوع، نشر، 2014)، 12:36
[22] صہیب عبد الجبار، الجامع الصحیح للسنن والمسانید، 12:36

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published: August 31, 2026

فرمایا: "مجھے یہ حلف اتنا محبوب ہے کہ اگر مجھے سرخ اونٹوں کے بدلے بھی اس سے دستبردار ہونے کو کہا جائے تو میں نہیں ہوں گا، اور اگر اسلام میں بھی مجھے ایسے کسی حلف کی طرف بلایا جائے تو میں ضرور شریک ہوں گا۔"[23]

اسی طرح امام ابو اسحاق الزجاج (م ۳۱۱ھ) نے "معانی القرآن وإعرابه" میں اہلِ وفا اور اہلِ تقویٰ کو ہم معنی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عہد کی پاسداری اور تقویٰ کرنے والوں کو محبوب رکھا ہے، اور خیانت و کفرِ عہد سے بچنے والوں کو متقی کہا ہے۔[24] ابن فارس (م ۳۹۵ھ) نے مشرکین کے ساتھ کیے گئے عہد کے بارے میں "حلیۃ الفقہاء" میں لکھا ہے:

"فكان الوفاءُ بالعَهْدِ الذي أَمَرَ الله بمُعاهَدَةِ المشركين إليه واجِبًا"[25]

مشرکین کے ساتھ کیے گئے عہد کی تکمیل کو بھی، مدتِ عہد تک، واجب قرار دیا ہے، یعنی یہ وجوب صرف مسلمانوں کے باہمی معاہدوں تک محدود نہ تھا۔

صلحِ حدیبیہ بطور عملی نمونہ —— بین الاقوامی قانون کے سے تقابل

جدید بین الاقوامی معاہداتی قانون کا مرکزی اصول (معاہدے پابند کرتے ہیں) ویانا کنونشن برائے قانونِ معاہدات ۱۹۶۹ء کے آرٹیکل ۲۶ میں یوں درج ہے کہ ہر نافذ العمل معاہدہ فریقین پر لازم ہے اور اسے حسنِ نیت سے بجالانا ضروری ہے۔ یہی وہ اصول ہے جو سیرت میں صلحِ حدیبیہ کی صورت میں چودہ صدیاں قبل عملی طور پر نافذ ہوا۔ امام الجصاص نے صلحِ حدیبیہ کی تفصیلی شرائط نقل کی ہیں، جن میں سے ایک یہ تھی کہ قریش کی جانب سے سہیل بن عمرو نے یہ شرط رکھی کہ "تم میں سے جو بھی [مسلمان ہو کر] ہمارے پاس آئے گا، اسے واپس کر دیا جائے گا، خواہ وہ تمہارے دین پر ہو" اور نبی کریم ﷺ نے اسی شرط کی پابندی میں ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس قریش کے حوالے کر دیا، حالانکہ یہ شرط بظاہر مسلمانوں کے خلاف اور صحابہ کرام کے لیے انتہائی گراں تھی۔[26] الجصاص نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے صلح نامہ لکھوانا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے تحریر کریں، اور اس کے الفاظ کا املا خود کروایا —— یعنی معاہدے کو رسمی، تحریری اور واضح شکل دی گئی۔[27]

[23] أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي، أحكام القرآن، (بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1415ھ/1994م)، 3:247

[24] إبراهيم بن السري بن سهل، أبو إسحاق الزجاج، معاني القرآن وإعرابه، (بيروت: عالم الكتب، الطبعة الأولى، 1408ھ/1988م)، 1:434

[25] أحمد بن فارس بن زكرياء القزويني الرازي، أبو الحسين، حلية الفقهاء، (بيروت: الشركة المتحدة للتوزيع، الطبعة الأولى، 1403ھ/1983م)، 114.

[26] أبو بكر الرازي الجصاص، أحكام القرآن، 3:584

[27] أبو بكر الرازي الجصاص، أحكام القرآن، 3:527

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

جدید معاہداتی قانون "good faith performance" کہتا ہے: معاہدے کی تعمیل کا معیار فریق کے ذاتی فائدے سے مشروط نہیں بلکہ عہد کی حرمت اور اس کی روح سے مشروط ہوتا ہے یہاں وہی اصول کارفرما نظر آتا ہے جس کی تفصیل روایات میں ملتی ہے کہ سہیل بن عمرو کو قریش کی جانب سے خصوصی طور پر اس شرط کے ساتھ بھیجا گیا تھا کہ صلح کی دستاویز میں یہ بات شامل کی جائے کہ نبی کریم ﷺ اسی سال واپس مدینہ لوٹ جائیں گے، اور آپ ﷺ نے اس نہایت سخت اور بظاہر یک طرفہ شرط کو بھی بلا چون وچرا قبول فرمالیا۔[28] یہاں ایک اہم فرق نوٹ کرنا ضروری ہے۔ جدید بین الاقوامی قانون میں معاہدے کی پابندی کی ضمانت باہمی مفاد اور ریاستی نظم (reciprocity اور enforcement mechanisms) پر قائم ہے، جبکہ سیرت میں اس کی بنیاد الٰہی حکم اور اخلاقی التزام پر تھی یعنی نبی کریم ﷺ نے فوری مادی مفاد کے برخلاف بھی عہد کی پاسداری کی، جو محض "reciprocal self-interest" کے تصور سے بالاتر ایک اخلاقی وروحانی جہت رکھتا ہے۔

سفراء کی حرمت ــــ جدید قانونِ سفارت سے تعلق

جدید بین الاقوامی قانون میں سفیروں اور ایلچیوں کی حرمت ویانا کنونشن برائے سفارتی تعلقات 1961ء میں باقاعدہ طور پر محفوظ کی گئی ہے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ میں یہی اصول مسیلمہ کذاب کے دو قاصدوں کے واقعے سے ثابت ہوتا ہے۔ امام بیہقی (م ٤٥٨ ھ) نے "السنن الکبریٰ" میں ایک باقاعدہ باب ہی قائم کیا ہے: "باب: السنة ألا تُقتل الرسل" (یعنی یہ سنت ہے کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے)۔[29] ابن ابی عاصم (م ٢٨٧ ھ) نے "الآحاد والمثانی" میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب مسیلمہ کذاب کے دو قاصد آئے اور کفر پر اصرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَاللهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا»[30]

"واللہ! اگر یہ اصول نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کیے جاتے تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔"

نبی کریم ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کو، اُن کے کھلے کفر اور گستاخی کے باوجود، قتل نہیں کیا۔ علامہ بیضاوی اس کی وجہ (علت) دو باتوں میں بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کی طرف قاصد یا پیغام رساں بن کر آتا ہے، تو اُس کے آنے کا مقصد (پیغام پہنچانا) خود بخود اُسے تحفظ دے دیتا ہے۔ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ ایک نمائندے کی حیثیت میں آیا ہے، اس لیے اُس کے ساتھ ویسا سلوک نہیں ہو سکتا جیسا کسی عام دشمن کے ساتھ ہوتا۔ وہ حکماً پناہ گزین کے درجے میں

[28] أبو حاتم محمد بن حبان البستي، السيرة النبوية وأخبار الخلفاء من كتاب الثقات، (بيروت: مؤسسة الكتب الثقافية، الطبعة الأولى، 1407ه-/1987م)، 1:283
[29] أبو بكر حمد بن الحسين بن علي البيهقي، السنن الكبرى، (القاهرة: مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية، الطبعة الأولى، 1432ھ/2011م)، 9:99
[30] أبو بكر بن أبي عاصم، وهو أحمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشيباني، الآحاد والمثاني، (الرياض: دار الراية، الطبعة الأولى، 1411ه-/1991م)، ج3، ص24.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

ہے "مستجیر "اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی سے پناہ یا امان طلب کرے۔ قاصد چونکہ دوسرے فریق کے پاس اُسی حالت میں آتا ہے یعنی وہ خود کو خطرے میں ڈال کر پیغام پہنچانے آیا ہوتا ہے اس لیے شریعت نے اُسے از خود (خود بخود) اُس شخص کے درجے میں رکھ دیا جسے پناہ دی جا چکی ہو، چاہے اُس نے با قاعدہ الفاظ میں پناہ نہ بھی مانگی ہو۔[31]

خلاصۂ بحث

یہ تحقیق اس بنیادی سوال کے گرد استوار ہے کہ عصرِ حاضر کے بین الاقوامی معاہداتی نظام کو، جو اکثر مفاداتی بنیادوں پر قائم ہو کر اعتماد کے بحران کا شکار ہے، سیرتِ طیبہ ﷺ کن اصولوں کی روشنی میں ایک مستحکم اور قابلِ اعتماد متبادل فراہم کر سکتی ہے۔ میثاقِ مدینہ، صلحِ حدیبیہ اور نبوی مکاتیب کے تفصیلی تجزیے سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا معاہداتی طرزِ عمل دو الگ مگر باہم مربوط ستونوں پر قائم تھا: ایک طرف معاہدے کی تشکیل کے وقت عدل و مساوات، حسنِ نیت، حقوقِ اقلیت، انفرادی ذمہ داری اور باہمی مشاورت جیسے اصول پیشِ نظر رکھے جاتے، تو دوسری طرف معاہدے کی پاسداری میں شرائط پر سختی سے عمل—چاہے وہ بظاہر نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو—سفراء کی حرمت، فریقِ ثانی کے حقوق کا تحفظ، شفاف طریقہ کار سے معاہدہ ختم کرنا، اور معاہدے کی روح کا لحاظ رکھنا شامل تھا۔ جب ان اصولوں کا تقابل جدید بین الاقوامی معاہداتی قانون، بالخصوص اصولِ وفاء بالعہد (pacta sunt servanda) اور ویانا کنونشنز سے کیا گیا، تو یہ نکتہ نمایاں ہوا کہ اگرچہ دونوں نظاموں کا مصدر مختلف ہے—ایک وحی پر مبنی، دوسرا ریاستی رضامندی پر—تاہم عملی اصولوں میں حیرت انگیز مطابقت پائی جاتی ہے، بلکہ نبوی ماڈل ایک اضافی اور فیصلہ کن جہت رکھتا ہے: وہ عہد کی پاسداری کو محض باہمی مفاد (reciprocity) سے نہیں بلکہ ایک اخلاقی و الٰہی التزام سے مشروط کرتا ہے، جو اسے جدید نظام سے کہیں زیادہ مستحکم بنیاد فراہم کرتا ہے۔

نتائج

تحقیق سے درج ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

1. سیرتِ طیبہ ﷺ میں معاہدے کی تشکیل کے وقت کے اصول (عدل، حسنِ نیت) اور بعد میں اس کی پاسداری کے عملی اقدامات کوئی الگ الگ دائرے نہیں بلکہ ایک ہی مربوط منطق کا تسلسل ہیں، جو شے معاہدے میں طے کی جاتی، اسی کی روح کو آخر تک نبھایا جاتا۔

[31] قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوي، *تحفۃ الأبرار شرح مصابیح السنۃ*، (الکویت: وزارۃ الأوقاف والشؤون الإسلامیۃ، 1433ھ/2012م)، 3:38

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

2. صلحِ حدیبیہ میں حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی اور دیگر بظاہر یک طرفہ شرائط کی پابندی سے یہ ثابت ہوا کہ نبوی معاہداتی طرزِ عمل میں عہد کی پاسداری کبھی بھی وقتی مفاد یا جذباتی رجحان سے مشروط نہیں کی گئی—جو کہ جدید بین الاقوامی سیاست کے برعکس ایک نہایت اہم اصولی فرق ہے۔
3. میثاقِ مدینہ میں یہود کو "أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ" قرار دینا، اور مسیلمہ کے قاصدوں کے ساتھ حسنِ سلوک، اس بات کی دلیل ہے کہ نبوی ماڈل میں معاہداتی وفاداری کا اطلاق دشمن اور مخالف پر بھی یکساں ہوتا تھا، نہ کہ صرف موافقین پر۔
4. وَإِنَّ الْبِرَّ دُونَ الْإِثْمِ "کا اصول ظاہر کرتا ہے کہ سیرت میں اجتماعی سزا کے تصور کو مسترد کر کے انفرادی جوابدہی کو ترجیح دی گئی—یہ اصول آج کے بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون سے صدیوں پہلے موجود تھا۔
5. جدید معاہداتی قانون کی بنیاد باہمی مفاد اور ریاستی نفاذی نظام (enforcement mechanism) پر ہے، جبکہ نبوی ماڈل کی بنیاد اخلاق والٰہی التزام پر ہے—یعنی نبوی ماڈل معاہدے کی پاسداری کو محض قانونی جبر کی بجائے ایک باطنی و روحانی ذمہ داری بنا دیتا ہے، جو معاہدے کو زیادہ پائیدار استحکام دیتا ہے۔
6. حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے واقعے سے ثابت ہوا کہ معاہدے کی روح کو سمجھتے ہوئے حالات کے مطابق تطبیق کرنا بذاتِ خود پاسداری کی ایک شکل ہے، نہ کہ اس سے انحراف—یعنی نبوی ماڈل جمود کا نہیں بلکہ باشعور لچک کا درس دیتا ہے۔

سفارشات (Recommendations)

1. اسلامی اصولِ وفاء بالعہد کو محض فقہی موضوع کی بجائے تقابلی بین الاقوامی قانون (comparative international law) کے نصاب میں باقاعدہ شامل کیا جائے، تاکہ نبوی ماڈل کی معاصر معنویت اجاگر ہو۔
2. سفارتی و بین الریاستی معاہدات کی تشکیل میں سیرتِ طیبہ ﷺ سے ماخوذ اصولوں—خصوصاً شفافیت، حسنِ نیت اور اقلیتی حقوق کے تحفظ—کو رہنما اصول کے طور پر اپنایا جائے، تاکہ مسلم ممالک کی سفارتی ساکھ مضبوط ہو۔
3. نبوی معاہداتی اصولوں کو بین الاقوامی فورمز (اقوامِ متحدہ، بین الاقوامی عدالتِ انصاف وغیرہ) پر ایک تہذیبی و اخلاقی حوالے کے طور پر پیش کیا جائے، تاکہ عالمی بحرانِ اعتماد کے حل میں مذہبی و اخلاقی ماڈلز کی افادیت کو تسلیم کیا جائے۔
4. مستقبل کی تحقیق میں دیگر نبوی معاہدات (مثلاً نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ، یا خیبر کے بعد کے معاہدات) کو بھی اسی تجزیاتی فریم ورک میں شامل کر کے ایک مکمل "اسلامی معاہداتی نظریہ (Islamic Treaty Theory) " کی تدوین کی جائے، جسے جدید بین الاقوامی تعلقات کے شعبے میں باضابطہ متعارف کرایا جا سکے۔
5. سفارت کاروں اور بین الاقوامی مذاکرات کاروں کی تربیت کے نصاب میں نبوی طرزِ عمل کے عملی نمونے (جیسے سفراء کی حرمت، معاہدہ ختم کرنے کا شفاف طریقہ) بطور کیس اسٹڈی شامل کیے جائیں، تاکہ نظریاتی اصول عملی مہارت میں ڈھل سکیں۔

OPEN ACCESS
CC BY